خاندانی زندگی کے قرآنی اسلوب کے نفاذ میں حائل سماجی رکاوٹیں اور ان کا حل

سیدہ سمیرا اصغر *

خلاصہ:

خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی اور رکنِ رکین ہے اس کے ذریعے سے قوم قبیلے، جماعت، گروہ اور امت تشکیل پاتی ہے انسانی معاشرہ خاندان کے بغیر مکمل نہیں ہوتا چونکہ معاشرہ افراد سے وجود میں آتا ہے اور افراد کا تعلق خاندانی نظامِ حیات سے ہے اس لیے خاندان کی بقا کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا جاننا ضروری ہے تاکہ معاشرہ ارتقائی سفر کی راہ پر گامزن رہے۔ بہت سارے سماجی اسباب و عوامل ایسے ہیں جو براہ راست مثالی اور قرآنی معاشرے کے قیام کی ممکنہ صورت میں رکاوٹ بنتے ہیں قرآنی تعلیمات کے مطابق خاندان کی تعمیر و ترقی کے امکان کو ختم کر دیتے ہیں معروفات کی جگہ منکرات کو فروغ دینے کا سبب بنتے ہیں خاندانی افتراق اور بگاڑ کا باعث بنتے ہیں خاندانی مسائل میں مزید اضافہ کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں خاندان زوال کا شکار ہو جاتا ہے اور معنوی اوصاف و کمالات کو حاصل نہیں کر پاتا۔ قرآنی طرز کا معاشرہ قائم کرنے کے لیے ان عوامل و اسباب کی طرف توجہ دینا ضروری ہے تاکہ ان مسائل سے نکلنے کے موثر راستے بھی تلاش کئے جا سکیں۔ اس تحقیقی مقالے میں ہم نے بھرپور کوشش کی ہے کہ قرآن و سنت کے تناظر میں ان تمام اسباب و عوامل کو بیان کیا جائے جو معاشرے میں قرآنی اسلوب زندگی کے نفاذ میں حائل ہیں مقالہ ہذا کو اس ترتیب کے تحت لکھا گیا ہے۔ قرآن کا مختصر تعارف، خاندانی زندگی کی ضرورت و اہمیت، خاندانی زندگی کے قرآنی اسلوب کی وضاحت، قرآنی اسلوب کے نفاذ میں چند سماجی رکاوٹیں اور ان کو دور کرنے کے طریقے۔

کلیدی الفاظ: خاندان، سماجی مسائل، رکاوٹیں، قرآنی تعلیمات، اسلوب

* بی ایس سٹوڈنٹ جامعۃ المصطفی العالمیہ، گرلز کیمپس کراچی

مقدمہ

تمام تعریف اس خدا کے لئے جس نے اس کائنات کو بے مقصد خلق نہیں کیااور ہمیں توفیق عطا کی کہ کسی موضوع پر قلم اٹھا کر اسلامی احکام کی نشر واشاعت میں اپنی خدمات پیش کر سکیں خدا پرستی اور دین اسلام کو سمجھنے کے لئے قرآن ایک بنیادی منبع ہے اور مفسرین اپنی فہم و فراست کے مطابق اسلامی احکام کو سمجھ کر ان کی وضاحت کرتے ہیں میرا موضوع **"خاندانی زندگی میں قرآنی اسلوب کے نفاذ میں سماجی رکاوٹیں اور ان کا حل"** ہے قرآن ہمیں ایک مکمل ضابطہ حیات دیتا ہے۔ گھر اور خاندان، ایسا سلسلہ ہے کہ جو مرد و عورت کی شادی کے ذریعہ وجود میں آتا اور نسل کے بڑھنے سے وسعت پاتا ہے۔ ہر انسان کی شخصیت کی بنیاد اس کے گھر سے رکھی جاتی ہے اسی وجہ سے اسلام نے گھر اور خاندان کی بنیاد اور مضبوطی کی بہت تاکید کی ہے اور اس کو بربادی سے بچانے کے لیے بہت زیادہ رہنمائی کی ہے۔ جو وحی الٰہی کی بنیاد پر اور انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ دوسرے ادیان و مذاہب کے مقابلے میں صرف اسلام سے مخصوص ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان حقیقتوں تک پہنچنے کے لیے اور صحیح و سالم گھر اور خاندان اور اس کے نتیجے میں سالم و پرامن معاشرے کے حصول کے لیے قرآن و معصومین (علیہم السلام) کی تعلیمات اور گراں بہا فرمائشات کی طرف توجہ ضروری ہے۔ اس مقالے میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ گھر اور خاندان سے متعلق آیات و روایات معصومین (علیہم السلام) کی روشنی میں تحقیق کی جائے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اس پر عمل کرنے کے بجائے مغربی تہذیب کے پیچھے دوڑ رہے ہیں جس کا نتیجہ اخلاقی انحطاط کی صورت میں ہمارے سامنے ہے ہماری نوجوان نسل میں مادیت پرستی بہت بڑھ گئی ہے اور اسی بناء پر خاندانی و معاشرتی ماحول میں طرح طرح کے مسائل کھڑے ہو رہے ہیں اور ہم اب بھی اس کی ذمہ داری دوسروں پر ڈال رہے ہیں یا پھر کسی مسیحا کے انتظار میں ہیں کہ وہ آئے اور حالات کو درست کرے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ[1]

اللہ کسی قوم کا حال یقیناً اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے۔

یعنی ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم خود اپنے اندر تبدیلی لائیں تو سب خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔

---

[1]: سورہ رعد، ۱۱

موضوع کی ضرورت واہمیت:

انسان کو کمال تک پہنچنے کے لئے چند سیڑھیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور پہلی سیڑھی خاندان کی تشکیل ہے مگر یہ ضروری ہے کہ اس خاندان کی تشکیل اسلامی اصولوں پہ رکھی جائے خاندان کے ذریعے انسان آرام و اسائش، ہمدردی، اور زندگی کی مختلف پریشانیوں میں ایک دوسرے کے تعاون سے مضبوط و مستحکم ہو جاتا ہے، مشکلات زندگی میں خود کو اکیلا محسوس نہیں کرتا اور آسانی کے ساتھ مشکل حالات کا مقابلہ کرتا ہے۔

مرد و عورت کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات سے خارج نہ ہوں۔[1] آج کل مسلمانوں میں مغربی تہذیب کو اپنانے کا رجحان ہے اس لئے مسلمانوں کے بچے بھی اسی ماحول میں پرورش پاتے ہیں آج کل اگر معاشرے کی بے راہ روی کو دیکھا جائے تو اس کا نتیجہ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ مغربی تہذیب کے بڑھتے ہوئے رجحان کی بناء پر انسان مذہب سے دور ہوتا جارہا ہے اور مذہب سے دوری کی بناء پر انسان طرح طرح کے مسائل کا شکار ہے اور مسائل کی وجہ سے بعض اوقات نہ چاہتے ہوئے بھی معاشرتی قدروں کو پامال کرنے پہ مجبور ہو جاتا ہے اگر ہم " لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" [2] "بتحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے"

اس آیت کے ضمن میں اپنے رسول ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ہمیں بہترین خاندانی اصول ملتے ہیں جو ہمارے لئے واقعاً بہترین نمونہ ہیں لیکن اگر ہم اتباع کریں تو فائدہ ہے۔ ذیل میں ہم قرآن کی نظر میں خاندانی اصولوں کی وضاحت کریں گے اور ان کے نفاذ میں سماجی رکاوٹیں اور ان کے حل کو بیان کیا جائے گا تاکہ خاندانی اصول معاشرے کے لئے کسی حد تک واضح ہو سکیں اور معاشرے کی کسی حد تک اصلاح ہو سکے۔

خاندان کی تعریف:

خاندان میاں بیوی کے ازدواج کے بعد وجود میں آتا ہے اور اولاد اس کو مکمل کرتی ہے۔ خاندان وہ اولین اجتماع ہے کہ جس میں انسان آداب زندگی، اصول و رسوم اور اجتماعی تعاون وغیرہ سیکھتا ہے خاندان ایک ایسا گروہ ہے جو باہمی تعلق اور احساسات کا مرکز ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام خاندان ثقافت و تربیت کے لحاظ سے مختلف ہیں ان سب خاندانوں میں وہ خاندان جس میں قرآنی اصولوں پر عمل درآمد کیا گیا ہو قرآن کی نگاہ

---

[1]: بہشتی، دکتر احمد، خانوادہ در قرآن، ص ۶۷ تا ۶۹

[2]: احزاب ۲۱

میں سب سے برتر ہے یعنی ایک ایسا خاندان کہ جس کے تمام افراد اپنی اپنی ذمہ داریوں کو چاہے انفرادی ہوں یا اجتماعی ان سب کو قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں انجام دے۔[1]

اسلوب کا لغوی و اصطلاحی معنی:

لغوی معنی: اسلوب کا لغوی معنی ترتیب اور طریقہ ہے۔[2]

اصطلاحی معنی: اسلوب عربی زبان کا لفظ ہے جسے انگلش میں سٹائل کہتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ کسی فرد، گروہ یا معاشرے کے زندگی گزارنے کا طور وطریقہ اور سلیقہ اسے اردو اور فارسی میں طرز کہتے ہیں۔[3]

زندگی کے لغوی و اصطلاحی معنی:

لغوی معنی: زندگی کو عربی میں حیاۃ کہتے ہیں جس کا معنی صاحب "القاموس" کے مطابق نشو و نما، بقاء اور منفعت کے ہیں۔[4]

اور ابن فارس کہتے ہیں: فاالحیاۃ و ھو ضد الموت "ح ی ت" حیات موت کی ضد ہے۔[5]

اصطلاحی معنی: صفة و جودیة تو جب للمتصف بھا ان یعلم و یقدر والحیاۃ الدنیا ھی ما تشغل العبد عن الاخرۃ[6]

ح ا ت ایک وجودی صفت ہے جو سبب بنتی ہے کہ موصوف جان لے اور قدرت حاصل کرے اور دنیاوی زندگی سے مراد یہ ہے کہ اسے آخرت سے رو گردان کردے۔

قرآن کا تعارف:

قرآن مجید علم و معرفت کا سب سے بڑا خزانہ اور افضل ترین کلام ہے اور ہر لحاظ سے معجزہ ہے جس میں تمام انسانی ضرورتوں اور مسائل کا حل موجود ہے اور ہر قسم کی مشکلات کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور

---

[1]: عیسی عیسی زادہ۔ خانوادہ قرآنی، ص ۲۷

[2]: بلیاوی، ابوالفضل عبدالحفیظ، مصباح الغات، ص ۵۰۸، معجم الصحاح، ص ۷۶۳، محمد بن مقرم، لسان العرب، ج ۳، ص ۲۳۷۱

[3]: ص ۶۷۲ merraian websters collegiate dictionary میریام ویبسٹر

[4]: قاسمی کیرانوی، مولانا وحید الزماں (مترجم، مولانا عمید الزماں قاسمی کیرانوی) القاموس الوحید ص ۴۰۱

[5]: ابی الحسن احمد ابن فارس ابن زکریا (مترجم، شھاب الدینا بو عمرو) معجم المقائیس فی الغتہ ص: ۲۹۰

[6]: قاضی عبد النبی احمد نگری، جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون الملقب بدستور العلماءؒ، ج ۲، ص ۷۰

دنیااور آخرت کی سعادت وخوش بختی اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اس کی علمی وسعت کا اعلان کرتے ہوئے خداوند ارشاد فرماتا ہے کہ " وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ" [1]

ترجمہ:"کوئی خشک وتر ایسا نہیں ہے جو کتاب مبین کے اندر محفوظ نہ ہو"ہر قسم کے مسائل کا حل جب قرآن میں موجود ہے تو پھر خاندانی زندگی کے بھی تمام اصول بہترین طریقے سے قرآن نے بیان کئے ہیں۔جن پر عمل کر کے کامیاب زندگی گزاری جاسکتی ہے۔

خاندانی زندگی کی ضرورت واہمیت:

اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسان اول کے بعد پیدائش کے سلسلے کو خاندانی نظام میں تبدیل فرمایااور یہ لامتناہی سلسلہ قیامت تک کے لئے رائج کر دیا۔زوجین کو خاندان کی اکائی اور بنیاد قرار دیا تاکہ انسان کائنات میں وہ مقصد بروئے کار لاسکے جس کی وجہ سے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔

خاندان کسی بھی قوم میں خشت اول کی حیثیت رکھتا ہے۔یہ وہ گہوارہ ہے جہاں مستقبل کے معمار پرورش پاتے ہیں خاندان وہ تربیت گاہ ہے جہاں اخلاق وکردار کی قدریں افراد کے دل ودماغ پر نقش ہوتیں ہیں اور یہی اثرات تمام عمر ایک فرد کی شخصیت پر نقش ہوتے ہیں۔اور یہی وجہ ہے کہ اسلام اور باقی تمام مذاہب بھی خاندانی تعلیم وتربیت پر بہت زور دیتے ہیں اسلام میں گھر اور خاندان کے ماحول کو خوشگوار بنانے کے لئے واضح اصول وضوابط کا احاطہ کیا گیا ہے۔

آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ قرآن کی تعلیمات سے ہم آگاہ نہیں ہیں اور ضرورت بھی محسوس نہیں کرتے ۔مذاہب میں سے خاندانی حقوق کی جو جامع اور متوازن تصویر دین اسلام پیش کرتا ہے ایسا نمونہ کسی اور دین میں نہیں ملتا۔اسلام ہماری زندگی کو نماز،روزہ،حج،زکوۃ،جہاد دعوت و تبلیغ تک ہی محدود نہیں کرتا بلکہ یہ ہمیں اس راستے پر گامزن ہونے کی ترغیب دلاتا ہے جس پر انسانیت کے سب سے عظیم محسن حضرت محمد ﷺ تھے۔جن کی زندگی تمام انسانیت کے لئے نمونہ عمل تھی۔نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا سب سے روشن پہلو یہی ہے کہ آپ ﷺ نے نماز،روزہ کی ہی تلقین نہیں فرمائی بلکہ شخصی،خاندانی اور انسانی حقوق کی طرف سب سے زیادہ تشویق دلائی اگر ہم غور کریں تو اسلام میں جو نیکی کا تصور پایا جاتا ہے اس میں بھی خدمت خلق،حقوق انسان،اقرباء پروری سے پرہیز،رہن سہن اور حسن معاشرت ایک لازمی امر ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

[1]: انعام:۵۹

وَ لكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ وَ الْمَلائِكَةِ وَ الْكِتابِ وَ النَّبِيِّينَ وَ آتَى الْمالَ عَلى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبى [1]

نیکی اس شخص کا حصہ ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ملائکہ پر اور کتاب پر ایمان لائے، اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں کو دے۔

کلمہ "بر" اس کا اصل معنی "وسعت" ہے بعد ازاں نیکیوں خوبیوں اور احسان کے معنی میں استعمال ہونے لگا کیونکہ یہ امور انسانی وجود تک محدود نہیں رہتے بلکہ ان میں وسعت پیدا کر کے دوسروں تک پہنچ جاتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس میں ایک وصفی پہلو بھی ہے اس کا معنی ہے وہ شخص جو نیکوکار ہو یعنی نیکی صرف یہ نہیں ہے کہ انسان بس نماز روزہ کی پابندی کرے بلکہ نیکی میں انفاق و ایثار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مال سے اپنی دلی وابستگی کے باوجود محبت خدا میں اپنا مال اپنے قرابت داروں پہ خرچ کرے بے شک مال دوسروں پر خرچ کرنا آسان کام نہیں ہے کیونکہ اس کی محبت تقریباً ہر دل میں ہوتی ہے اس لئے تعبیر "علیٰ حبہ" میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جو کچھ وہ خود پسند کرتے ہیں خدا کی محبت میں دے دیتے ہیں۔ [2]

اگر ہم اس آیت کی روشنی میں "ذوی القرباء" یا جیسے سورہ شوریٰ کی آیت نمبر ۲۳ میں "فی القربیٰ" کی تشریح دیکھیں تو قرب بمعنی قرابت داری میں آتا ہے اور عموماً لغت ناموں اور فرہنگ میں یہ لفظ قرابت نسبی میں استعمال ہوتا ہے [3] اس تعریف کی روشنی میں خاندان میں مندرجہ ذیل افراد شامل ہوتے ہیں جیسے:

۱۔ شوہر ۲۔ بیوی ۳۔ والدین ۴۔ اولاد اور ۵۔ دیگر رشتہ دار

اسلام نے بالتفصیل ان تمام کے حقوق بیان کئے ہیں، ان کی ادائیگی کی تاکید کی ہے اور ان کی پامالی سے ڈرایا ہے۔

قرآن کی نظر میں خاندانی زندگی کے اصول:

قرآن انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے قرآن کی نظر میں خاندانی اصولوں کی وضاحت کرتے ہیں۔

---

[1]: البقرہ:۱۷۷

[2]: مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ، ج۱، ص۵۹۷

[3]: ابن فارس، مقاییس الغہ، (محقق، ھارون عبد الاسلام محمد) ج۵، ص، ۸۰

خاندان کاآرام و سکون:

آرام و سکون ایک ایسی نعمت ہے جو خداوند متعال نے مختلف راستوں سے انسان کو دی ہے شادی کر کے ایک بہترین خاندان کی تشکیل ان میں سے ایک ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

هُوَ الَّذِی خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ واحِدَةٍ وَ جَعَلَ مِنْها زَوْجَها لِیَسْکُنَ إِلَیْها [1]

وہی تو ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ (انسان) اس سے سکون حاصل کرے۔

یہاں ایک ہی نفس سے پیدا کرنے سے مراد یعنی ایک ہی نسل سے پیدا کیا ہے اور ایسا اس لئے ہے تاکہ انسان پر سکون زندگی گزار سکے۔[2]

یہ آیت اس نقطے کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ انسان پر یہ خداوند متعال کا ایک عظیم احسان ہے کہ تمام انسانوں کی نسل ایک ہی انسان حضرت آدمؑ سے چلی ہے اور جس بھی قوم و نسل سے تعلق رکھتے ہوں بلآخر شجرہ نسب ان تک ہی پہنچتا ہے اور خداوند متعال نے انہی انسانوں میں سے ہر ایک کا جوڑا مقرر کیا ہے تا کہ وہ ایک دوسرے کے مونس و مددگار رہیں اور ان دونوں یعنی میاں بیوی کی باہمی کاوش سے ایک خاندان کی تشکیل ہو اور انسان کی نسل آگے بڑھ سکے اور نسل انسانی کو بقا و دوام حاصل ہو۔

اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد ربانی ہے کہ

وَمِنْ اٰیَاتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَاتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ [3]

اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے ازواج پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے مابین محبت اور مہربانی پیدا کی، غور و فکر کرنے والوں کے لیے یقیناً ان میں نشانیاں ہیں۔

---

[1]: اعراف: ۱۸۹

[2]: فیض کاشانی، تفسیر صافی، ج، ۲، ص ۶۳، ۶۲

[3]: سورہ روم: ۲۱

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ بیویاں ان خصوصیات کے ساتھ واقعاً انسان کے لئے سکون واطمینان کا سبب ہوتیں ہیں جس بیوی سے انسان کو سکون واطمینان میسر ہو وہ حقیقی معنوں میں خدا کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔اب مسئلہ یہ آگیا ہے کہ جس طرز کا انداز زندگی ہمارے ہاں اپنا لیا گیا ہے یہ خاندان کے آرام اور سکون میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

خاندان میں مودت ومعاشرت:

قرآن کریم میں گھر اور خاندان کے ماحول میں بچوں سے مودت، اچھی معاشرت اور اولاد کے ساتھ قرب اور عاطفی رابطے پر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، قرآن میں جہاں والدین کے گھر میں داخل ہونے کے بارے میں ان کے مقام اور مرتبے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خصوصی آداب کی بات کی گئی ہے وہیں یہ بات بھی ذکر ہوئی ہے کہ؛

> يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ ... وَ الَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلاثَ مَرَّاتٍ ... وَ لا عَلَيْهِمْ جُناحٌ بَعْدَهُنَّ طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلى بَعْضٍ ....[1]
>
> ایمان والو تمہارے غلام، کنیز اور وہ بچے جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں ان سب کو چاہئے کہ تمہارے پاس داخل ہونے کے لئے تین اوقات میں اجازت لیں نماز صبح سے پہلے، اور دوپہر کے وقت اور جب تم کپڑے اتار کر آرام کرتے ہو اور نماز عشاء کے بعد یہ تین اوقات پردے کے ہیں اس کے بعد تمہارے لئے یا ان کے لئے کوئی حرج نہیں ہے کہ ایک دوسرے کے پاس چکر لگاتے رہیں۔

اس آیت میں آداب معاشرت سکھائے گئے ہیں اور ملاقات کے وقت معین کئے گئے ہیں۔روایت میں ہے کہ ایک بار رسول ﷺ نے اپنے غلام کو حضرت عمر کے پاس بھیجا اس وقت وہ سو رہے تھے اور وہ اسی حالت میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خداوند متعال نے منع فرمایا ہے اس وقت کسی سے ملاقات کے لئے جانے سے، والدین کو بھی، اولاد کو بھی اور غلاموں کو بھی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔[2]

---

[1]: سورہ نور:۵۸

[2]: الزمخشری جار ابی القاسم محمود بن عمر، تفسیر کشاف، جلد، ۲، ص، ۱۰۵۱

خداوند متعال نے اس آیت میں ایک ایسے حکم کو بیان کیا ہے جو کہ معاشرے کی عمومی عفت اور پاکدامنی سے مربوط ہے، یہ مسئلہ بالغ اور نابالغ افراد کا والدین کے خصوصی کمروں (بیڈرومز) میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ انسان اگر اجازت کے بغیر والدین کے کمرے میں جائے تو وہ ایسی حالت میں ہوں کہ جو مناسب نہ ہو، اور آیت کے آخر میں جو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ " ان تین اوقات کے علاوہ تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ بغیر اجازت کے داخل ہو، ایک دوسرے کی خدمت کریں، ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر بات چیت کریں، ایک دوسرے کے پاس کھلے دل سے آتے جاتے رہیں اور ایک دوسرے کی خدمت کریں، یہ آیت معاشرت اور اجتماعی تعاون اور خاندان کے افراد کے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کی اہمیت کو بیان کر رہی ہے۔ خاندان کی محبت اور مودت کی جگہ اب باہمی نفرتوں اور کدورتوں نے لے لی ہے یہ اس وقت بہت بڑا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے معاشرے کا سکون برباد ہو گیا ہے۔

خاندان کے حقوق:

خداوند متعال نے قرآن کریم میں انسان کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے، اسی طرح خداوند متعال نے خاندان کے حقوق کو بھی بہت ساری آیت میں بیان اور ان کا ذکر کیا ہے، جیسے سورہ مبارکہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۹ میں شوہر اور زوجہ کے طلاق رجعی کی صورت میں حقوق کو بیان کیا ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ ۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۖ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ۗ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ[1]

طلاق دو بار ہے پھر یا تو شائستہ طور پر عورتوں کو اپنی زوجیت میں رکھ لیا جائے یا اچھے پیرائے میں انہیں رخصت کیا جائے اور یہ جائز نہیں کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو مگر یہ کہ زن و شوہر کو خوف ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، پس اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ زوجین اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو زوجین کے لیے (اس مال میں) کوئی مضائقہ نہیں جو عورت بطور

[1]: سورہ بقرہ: ۲۲۹

معاوضہ دے دے، یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں سو ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ حدود الٰہی سے تجاوز کرتے ہیں پس وہی ظالم ہیں۔

عدت اور رجوع کا قانون خاندان کی اصلاح اور بھلائی کے ساتھ ساتھ میاں بیوی میں افتراق اور جدائی سے بچنے کے لیے تھا، لیکن ابتدائے اسلام کے وقت کچھ نو مسلم افراد نے جاہلیت کے زمانے کے مطابق اس قانون سے سوءاستفادہ کرنا شروع کر دیا تھا، لہذا مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی تا کہ اس برے اور قبیح عمل سے روکا جائے، لہذا اس آیت میں رجوع کے احکام کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا، خداوند متعال نے اس آیت کے آخر میں تمام احکام کی طرف جو اس آیت میں بیان ہوئے ہیں اشارہ کیا ہے اور فرماتا ہے کہ: حدود الٰہی کی رعایت نہ کرنا یہ خاندان کے حقوق سے مربوط ہے اور اسی طرح مباشرت کی حدود کا خیال نہ رکھنا بھی ایک ظلم ہے اور حدود الٰہی کو پامال کرنے والے کا شمار ظالموں میں کیا جائے گا۔[1] انفرادیت اس قدر بڑھ چکی ہے کہ خاندان کے حقوق کی پاسداری نہیں کی جاتی۔ ہر فرد اپنے بارے میں ہی سوچ رہا ہے جس سے خاندان کے حقوق ادا کرنے میں مشکلات موجود ہیں۔

خاندان میں مشاورت:

اسلام نے مشاورت اور مشورے کے موضوع کو ایک خاص اہمیت سے دیکھا ہے، پیامبر اکرم (ص) باجود اس کے کہ وحی الٰہی سے متصل تھے اور ان کو کسی انسان سے مشورے کی ضرورت نہیں تھی لیکن صرف اس وجہ سے کہ مسلمان مشورے کی اہمیت اور افادیت سے آشنا ہو جائیں پیغمبر ﷺ عمومی کاموں میں جو قوانین الٰہی کے اجراء سے متعلق تھے ان میں باقاعدہ مسلمانوں سے مشورہ کرتے تھے اور جو لوگ صاحب نظر ہوتے یا اچھا مشورہ دیتے تھے پیغمبر ﷺ ان کے مشوروں کو اہمیت دیتے اور ان پر عمل کیا کرتے تھے۔

مشورے کا ایک اہم ترین فائدہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے اہم امور اور کاموں کو ایک دوسرے کی مشاورت سے انجام دیتے ہیں وہ لغزش اور خطا سے بچ جاتے ہیں، قرآن نے بھی مشورہ اور مشاورت کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کام کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔

اور پیغمبر اکرم ﷺ سے خطاب میں ارشاد فرمایا کہ:

[1]: فخر رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، ج۶، ص ۴۴۶

وَ شاوِرْهُمْ فِی الْأَمْرِ[1]

اور اپنے کاموں میں ان سے (اصحاب اور مسلمانوں) مشورہ کرو۔

اسی طرح خاندانی نظام میں بھی حکم خداوندی ہے جیسے بچے کے دودھ چھڑانے کے معاملے میں بھی ماں باپ کو آپس میں مشورے کا حکم دیا گیا ہے۔

وَ الْوالِداتُ يُرْضِعْنَ أَوْلادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كامِلَيْنِ ... فَإِنْ أَرادا فِصالًا عَنْ تَراضٍ مِنْهُما وَ تَشاوُرٍ فَلا جُناحَ عَلَيْهِما[2]

پھر اگر طرفین باہمی رضامندی اور مشورے سے بچے کا دودھ چھڑانا چاہتے ہیں تو اس میں ان پر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس میں باہمی مشاورت کی بناء پر بچے کے دودھ چھڑانے اور نہ چھڑانے کا مسئلہ ماں باپ کی رضامندی پہ چھوڑا ہے۔ اگر وہ بلائیں تو بھی اجازت ہے اور اگر چھڑا دیتے ہیں تو بھی اجازت ہے[3] اس آیت میں غور کیا جائے تو باہمی مشاورت کی اہمیت واضح ہے اس جگہ بچے کا دودھ چھڑانے کے مسئلے کا ذکر ہوا ہے لیکن اس کا اختیار ماں اور باپ دونوں کو دیا گیا ہے۔ یعنی حقیقت میں ماں باپ کے لیے ضروری ہے کہ وہ بچے کی صحت اور زندگی کی مصلحتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے فکر کریں اور دونوں مل کر کسی نتیجے پر پہنچیں، جسے قرآن کی اصطلاح میں تراضی اور تشاور (رضا اور مشورت) سے تعبیر کیا گیا ہے، لہذا ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ ماں کا دودھ بچے سے چھڑانے کیلئے ایک شیڈول بنائیں اور اس سلسلے میں ایک دوسرے سے نزاع، جھگڑے اور ایسے کاموں سے جن سے بچے کی زندگی یا اس کی صحت پر برے اثرات مرتب ہوں اجتناب کریں۔

خاندان سے لگاؤ اور تعلق:

انسان کو اپنے خاندان کے افراد سے خصوصی لگاؤ ہوتا ہے، لیکن یہ لگاؤ اتنا شدید نہیں ہونا چاہیے کہ جو خداوند متعال کی ناراضگی اور مذمت کا سبب بنے، کیونکہ خداوند متعال نے خاندان سے اتنا لگاؤ جس سے خدا، پیغمبر ﷺ، اور جہاد کی محبت پس پشت چلی جائے مذمت کی ہے چنانچہ ارشاد خداوند ہو رہا ہے:

---

[1]: آل عمران: ۱۵۹

[2]: بقرہ: ۲۳۳

[3]: بلخی مقاتل بن سلیمان، تفسیر مقاتل بن سلیمان، ج ۱، ص ۲۰۰

قُلْ إِنْ كانَ آباؤُكُمْ وَ أَبْناؤُكُمْ وَ إِخْوانُكُمْ وَ أَزْواجُكُمْ وَ عَشيرَتُكُمْ وَ ... أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَ رَسُولِهِ وَ جِهادٍ في سَبيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَ اللَّهُ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفاسِقينَ [1]

پیغمبر آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ دادا، اولاد، بھائی، ازدواج، عشیرہ وقبیلہ اور وہ اموال جنہیں تم نے جمع کیا ہے اور وہ تجارت جس کے خسارے کی طرف سے فکر مند رہتے ہو اور وہ مکانات جنہیں پسند کرتے ہو تمہاری نگاہ میں اللہ، اسکے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو وقت کا انتظار کرو یہاں تک کہ امر الٰہی آجائے اور اللہ فاسق قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

یعنی اس میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ مال و دولت، آباء اجداد، اور مال و دولت کی محبت کو اگر اللہ اور اس کے رسول کی محبت پر مقدم کریں تو یہ فسق و فجور ہے اور خدا فاسقین کو کبھی بھی عزت و تکریم نہیں دیتا۔[2] یہ آیت حقیقی ایمان کی نشانیاں بیان کر رہی ہے اور ساتھ ہی اصل ایمان کا شرک اور نفاق سے آلودہ ایمان کے ساتھ تفاوت اور فرق بھی بیان کر رہی ہے۔

اس آیت میں حقیقی مؤمنین اور ضعیف الایمان افراد کی حدود کو بھی مشخص کر دیا گیا ہے، لہذا اس آیت میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ اگر مادی سرمایہ کی وہ آٹھ چیزیں جن کو اوپر بیان کیا گیا ہے انسان کی نظر میں خدا، رسول، جہاد اور اس کی اطاعت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہوں اور انسان ان چیزوں سے اتنی محبت رکھتا ہو کہ ان کو خدا کی راہ میں فدا اور قربان کرنے سے پس و پیش کر رہا ہو تو معلوم ہو جائے گا کہ اس شخص میں حقیقی ایمان ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔

خاندان میں نزاع اور اختلاف:

انسانی معاشروں میں کم و بیش تمام جگہوں پر اختلاف نظر آتا ہے، گھر اور خاندان بھی اس سے مستثنی نہیں ہیں، اور بعض وجوہات کی وجہ سے خاندان کے افراد میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے لیکن قرآن ان مسائل سے غافل نہیں ہے چنانچہ قرآن میں گھریلو اختلاف کی صورت میں رشتے داروں کے کچھ وظائف بیان کئے

---

[1]: توبہ: ۲۴

[2]: دروزۃ محمد عزت، التفسیر الحدیث، ج۹، ص۳۷۹

گئے ہیں تاکہ وہ ان وظائف کی روشنی میں ان اختلافات کو ختم کروائیں۔ خداوند متعال سورہ مبارکہ نساء کی آیت نمبر ۳۴ اور ۳۵ میں اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے:

.. وَ اللَّاتِي تَخافُونَ نُشُوزَهُنَ ... وَ إِنْ خِفْتُمْ شِقاقَ بَيْنِهِما فَابْعَثُوا حَكَماً مِنْ أَهْلِهِ وَ حَكَماً مِنْ أَهْلِها إِنْ يُرِيدا إِصْلاحاً ....[1]

اور جن عورتوں کی سرکشی کا خوف ہو انہیں نصیحت کرو،۔۔۔۔۔اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان ناچاقی کا اندیشہ ہو تو ایک منصف مرد کے رشتہ داروں میں سے اور ایک منصف عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو اگر وہ دونوں اصلاح کی کوشش کریں تو اللہ ان کے درمیان اتفاق پیدا کرے گا۔

یعنی جن عورتوں سے نافرمانی کا خطرہ ہو تو پہلے انھیں پیار سے سمجھاؤ اور ان سے نرمی سے بات کرو ،نصیحت کرو یہاں تک کہ وہ تمہاری طرف راغب ہو جائیں۔[2]

اس آیت میں مرد اور عورت (زوجہ اور شوہر) کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے،یعنی اگر میاں بیوی کے درمیان اختلاف اور جدائی کی علامات ظاہر ہوں تو ان مسائل کے ازالے اور اختلاف کے حل کے لیے اور زوجین میں صلح کی زمین ہموار کرنے کے لیے ایک قاضی مرد کے رشتے داروں میں سے اور ایک قاضی عورت کے رشتے داروں میں سے مقرر کیا جائے۔وہ ان کے درمیان ہونے والے اختلاف اور جھگڑے کو مل بیٹھ کر آپس کی رضامندی سے ختم کریں۔اصل میں خداوند متعال نے ہر جگہ فتنے وفساد سے منع فرمایا ہے اگر وہ معاشرے میں ہو تو بھی اور اگر وہ گھریلو زندگی میں ہو تو بھی۔اگر میاں بیوی کی آپس میں علیحدگی ہوتی ہے تو صرف دو لوگ ہی جدا نہیں ہوتے بلکہ دو خاندان جدا ہوتے ہیں اس لئے خداوند متعال نے فرمایا ہے کہ میاں بیوی دونوں کی طرف سے قاضی ہوں جو انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں تاکہ کسی کی حق تلفی بھی نہ ہو،خاندان تباہی سے بھی بچ جائیں۔

---

[1]: نساء:۳۵،۳۴

[2]: حوی،سعید،الاساس فی التفسیر،ج۲،ص،۱۰۵۴

خاندان میں اختلاف کے عوامل واسباب:

قرآن نے خاندان میں اختلاف پیدا کرنیوالے چند عوامل کا ذکر کیا ہے، سورہ مبارکہ نساء کی آیت نمبر ۱۲۸ میں تین عوامل کا ذکر کیا گیا ہے، جیسے شوہر کا بیوی سے دوری اختیار کرنا، میاں بیوی کا بخل اور شوہر کی نافرمانی۔

وَ إِنِ امْرَأَةٌ خافَتْ مِنْ بَعْلِها نُشُوزاً أَوْ إِعْراضاً فَلا جُناحَ عَلَيْهِما أَنْ يُصْلِحا بَيْنَهُما صُلْحاً وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ وَ أُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ وَ إِنْ تُحْسِنُوا وَ تَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كانَ بِما تَعْمَلُونَ خَبيرا [1]

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے بے اعتدالی یا بے رخی کا اندیشہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں کہ دونوں آپس میں بہتر طریقے سے مصالحت کر لیں اور صلح تو بہر حال بہتر ہی ہے اور ہر نفس کو بخل کے قریب کر دیا گیا ہے، لیکن اگر تم نیکی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تمہارے سارے اعمال سے یقیناً خوب باخبر ہے۔

یعنی عورت یہ خوف رکھتی ہے کہ اس کا شوہر اس سے نفرت و کراہت محسوس کرتا ہے، یا عورت بلا وجہ تجاوز کرتی ہے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ مل بیٹھ کر صلح کر لیتے ہیں یا صلح صفائی سے ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں۔[2] عورت اور مرد کے نشوز سے مراد طغیان اور سرکشی ہے، قرآن اس آیت میں مرد کی عورت سے روگردانی کی طرف اشارہ کر رہا ہے، مرد کا نشوز یعنی زوجہ سے اعراض کرنا اور بخل اور کنجوسی کرنا بہت سے اختلافات کا موجب بنتا ہے، چنانچہ ارشاد ہے جب بھی مرد اور عورت اس حقیقت کی جانب توجہ کریں گے کہ بہت سارے مسائل کا سرچشمہ بخل ہے تو اگر وہ اپنی اصلاح کے لیے کوشش کریں اور درگزر کا مظاہرہ کریں تو نہ فقط یہ کہ بہت سارے خاندانی اختلافات ختم ہو جائیں گے بلکہ بہت ساری دوسری اجتماعی مشکلات اور جھگڑے بھی اختتام پذیر ہونگے۔ نشوز یعنی اعراض اور نافرمانی صرف مردوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ قرآن کی نگاہ میں عورت کی نافرمانی اور سرکشی بھی خاندان اور گھر میں اختلاف کا سبب بنتی ہے لہذا قرآن میں ارشاد خداوندی ہے کہ:

... وَ اللَّاتي تَخافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَ اهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضاجِعِ وَ اضْرِبُوهُنَّ .... [3]

---

[1]: نساء:۱۲۸

[2]: محمد بن حسن طوسی، التبیان فی تفسیر القرآن، جلد ۳، ص ۳۴۶

[3]: نساء:۳۴

ترجمہ: اور جن عورتوں کی نافرمانی کا خطرہ ہے انہیں موعظہ کرو انہیں خواب گاہ میں
الگ کردو اور مارو۔۔۔

قرآن نے سحر اور جادو سے استفادے کو بھی گھر کے اندر اختلاف اور جدائی کے عوامل میں شمار کیا ہے چنانچہ سورہ مبارکہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲ میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

... وَ لكِنَّ الشَّياطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ... فَيَتَعَلَّمُونَ
مِنْهُما ما يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهِ ....[1]
اور کافر یہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادو کی تعلیم دیتے تھے۔۔۔ لیکن وہ لوگ ان
سے وہ باتیں سیکھتے تھے جس سے میاں بیوی کے درمیان جھگڑا کرا دیں۔۔۔

قرآن نے گھر اور خاندان کے ماحول کے متعلق مسئلے کو سورہ تغابن کی آیت نمبر ۱۴ میں اور "خاندان میں دشمنی"، اور "اپنے اور خاندان کے نقصان اور خسارے" کے بارے میں سورہ زمر کی آیت نمبر ۱۵ میں اور سورہ شوری کی آیت نمبر ۱۵ میں ان مسائل کا نہ صرف ذکر کیا ہے بلکہ ان کے حل کے طریقے بھی بتائے ہیں جن پر عمل کرنے کے بعد ہم ایک قرآنی واسلامی معاشرہ قائم کر سکتے ہیں۔

خاندانی زندگی میں قرآنی اسلوب کے نفاذ میں سماجی رکاوٹیں:

قرآن مجید ہمارے لئے مشعل راہ اور ہدایت کا سرچشمہ ہے زندگی کے ہر شعبے میں قرآن کریم نے ہماری رہنمائی کی ہے جن اقوام نے قرآن کے اسلوب کو اپنا اوڑنا بچھونا بنایا وہی کامیاب رہے ہیں اور اس کے برعکس وہ قومیں جنہوں نے اسلوب قرآن کو اپنی زندگی میں اہمیت نہیں دی اور نہ ہی اس کو اور اس کے اسلوب کو اپنا شعار بنایا وہی ذلیل وخوار رہیں ہیں۔ قرآنی احکام زندگی کے ہر پہلو اور ہر گوشے پر حاوی ہیں۔ قرآن ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اس کے لائے ہوئے ضابطہ حیات میں اپنی مشکلات کا حل تلاش کریں۔
زندگی کے تمام مسائل میں قرآنی احکام ہماری رہنمائی کرتے ہیں مگر آج ہماری نظر میں روحانیت کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور مغربی تہذیب کی پیروی نے ہمیں مذہب سے دور کر دیا ہے آج کل کے معاشرے کو دیکھتے ہوئے ہم قرآنی اسلوب کے نفاذ میں مندرجہ ذیل رکاوٹیں محسوس کرتے ہیں۔

[1]: بقرہ:۱۰۲

اول۔ مذہب سے دوری

دوم۔ ناقص تعلیمی نظام

سوم۔ تذکیہ نفس سے غفلت

چہارم۔ سوشل میڈیا

اب ہم ایک ایک کر کے قرآنی نقطہ نظر سے ان کی وضاحت کرتے ہیں۔

مذہب سے دوری:

آج کے ترقی یافتہ سماج میں انسان دنیاوی زندگی کو بہت اہمیت دیتا ہے اس کے لئے تمام تر سرمایا یہ ہی دنیا ہے اور اس طرز فکر کی بنیادی وجہ مذہب سے دوری ہے۔ آج ہم اپنے دین سے دور ہیں اور صرف اور صرف خواہشات ہی ہمارا اوڑنا بچھونا ہیں جس کی بناء پر انسان اتنا خود غرض ہو چکا ہے کہ اسے اندازہ ہی نہیں ہے کہ کس کے ساتھ اور کس حد تک غلط کر چکا ہے؟؟ یا کر رہا ہے؟؟ اسی کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ [1]

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔

یہ آیت نفس کی پیروی کرنے والوں اور اپنی خواہشات نفسانی میں دوسرے مسلمانوں کے حقوق کو پامال کرنے والوں کے لئے نازل ہوئی ہے۔[2]

جس طرح آج کی دنیا میں بھی لوگ ہوائے نفس کے تابع ہیں اور اس خواہش پرستی میں عقیدہ توحید کی سمجھ اور اسوہ رسول ﷺ پر عمل درآمد کا دعویٰ کرنے والوں کا المیہ یہ ہے کہ عملی معاملات میں غیر اسلامی طور طریقے اپنانے میں وہ اپنے ہم عصروں سے کسی طور کم نہیں ہے مثلاً فضول خرچی، جھوٹ، کاروباری بد دیانتی، رشوت و بے پردگی وغیرہ میں انہی کے ہم پلہ و ہم نوالہ نظر آتے ہیں۔ اصل میں انسان کو دوسروں پر انگلی اٹھانے سے پہلے ایک نظر خود کو دیکھنا چاہیے کہ وہ خود نیکی کے کس مقام پر کھڑا ہے اس وقت ہمارا اسلامی بنیادوں پر قائم کیا گیا ہر خاندان اوپر بیان کی گئی آیت کا مصداق نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ دنیاوی زندگی کے مستقبل کو محفوظ بنانے کی فکر میں غیر شرعی اور غیر متوازن مصروفیات میں مشغولیت ۱۴۰۰ سالہ

---

[1]: جاثیہ:۲۳

[2]: سید ہاشم، البحرانی۔ البرھان فی تفسیر قرآن، الجز، سابع، ص ۱۸۰

پرانے اسلامی نمونہ جو رسول اکرم ﷺ نے دیا سے دوری کی بناء پر ہم بین الاقوامی سطح پر مرعوب ہوتے جا رہے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہے۔

سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُواْ الرُّعْبَ [1]

ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب بٹھائیں گے۔

اس آیت کی روشنی میں خود فیصلہ کریں کہ کون سا گروہ کس گروہ سے مرعوب ہے؟

خلاصہ یہ ہے کہ اخلاقی خرابی بڑھتی جا رہی ہے اور قوم بے پردگی کی انتہا سے اب بے لباسی کی طرف قدم بڑھا رہی ہے نماز اور شریعت کے پابند لوگ بھی نئی نئی اصطلاحوں کے تحت سودی لین دین میں ملوث ہیں۔ یہاں یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ خاندان میں قرآنی اسلوب کے نفاذ میں اس سب کا کیا تعلق؟ تو تعلق یہ ہے کہ اصل میں خاندانی تربیت ہی قرآنی نقطہ نظر کے زیر اثر نہیں ہو رہی، نہ ہمارا تعلیمی نظام قرآنی اصولوں کے مطابق ہے اور قرآن میں تدبر نہ ہونے کی بناء پر یہ خرابیاں جنم لے رہیں ہیں۔ آج کے والدین و اساتذہ ہی قرآن کے اسلوب کو فراموش کر چکے ہیں تو بچوں میں یہ رجحان کیسے پیدا ہو؟ بلا آخر بچے کی شخصیت پر تعلیم و تربیت کے اثرات بہت گہرے ہوتے ہیں تربیت کے ساتھ ساتھ ہمارا تعلیمی نظام بھی ناقص ہے جس میں قرآنی اصولوں کو نظر انداز کر کے فقط مغربی تہذیب کی جھلک نظر آتی ہے۔ اس تعلیم کو حاصل کرنے کے بعد ہم یہ کیسے تصور کریں کہ کوئی بچہ اخلاقی قدروں کا خیال رکھے گا؟ آیئے اب ہم نظام تعلیم پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔

ناقص تعلیمی نظام:

انسانی کمال کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ انسان علم سے متمسک ہو جائے رسول خدا ﷺ نے بھی اس پر بہت زور دیا قرآن پاک میں بھی جگہ جگہ پر جہاں تدبر قرآن کی دعوت دی گئی ہے غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے وہاں اصل میں علم کی دعوت ہے، خود انسان کامل کا نمونہ رسول خدا ﷺ نے ہر عبادت اور ہر حکم خدا کو اس حد تک انجام دیا کہ خود خداوند متعال نے ارشاد فرمایا:

قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا نِصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا [2]

رات کو اٹھا کیجیے مگر کم، آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لیجیے۔

---

[1]: آل عمران: ۱۵۱

[2]: مزمل: ۲،۳

اسی طرح اخلاقی حوالے سے آپ ﷺ اس درجے پر فائز تھے کہ خداوند متعال نے ارشاد فرمایا کہ

وَإِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيمٍ [1] اور بے شک آپ اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز ہیں۔

یعنی آپ ﷺ ہر لحاظ سے ایک کامل نمونہ تھے کہ کہیں خداوند متعال آپ ﷺ کو عبادت میں کمی کا حکم دیتا ہے اور کہیں خداوند متعال آپ ﷺ کو صاحب خلق عظیم قرار دیتا ہے مگر علم ایک ایسی چیز ہے کہ جتنا بھی ہو کم ہے خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا [2]

اور کہو اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علم میں اضافے کی دعا کا حکم دیا یعنی کہ خداوند متعال علم اور معرفت کو کسب کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور مزید علم عطا فرمائے [3] رسول اکرم ﷺ کو اس دعا کا حکم دینے سے مراد یہ نہیں ہے کہ نعوذ باللہ ان کے علم میں پہلے کمی تھی تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا بلکہ یہ آیت اہمیت علم پر دلیل ہے کہ اتنا علم رکھنے کے باوجود پھر بھی خدا سے اور علم کی دعا کا حکم دیا گیا۔ یہ حکم ثابت کرتا ہے کہ علم جس قدر بھی ہو کم ہے۔ مگر آج ہم جو علم پڑھ رہے یہ علم کا دور جہالت سے زیادہ ہے، ہم نے اسلامی تعلیمات کو چھوڑ کر مغربی تعلیمات کو اپنایا اور یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اس کے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ اصل میں یہ نظریہ ہی غلط ہے ہم اگر جدید وسائل سے اپنے اسلامی نظام کے مطابق علم حاصل کریں تو یہ کہیں بہتر طریقے سے علم حاصل کر سکتے ہیں۔ طلبہ کو پاکیزگی پر قائم رہنے، نفسیاتی خواہشات پر قابو پانے، عزت وآبرو کی اہمیت، شرم و حیاء، امانت داری، دیانت داری اور دوسری اخلاقی صفات کا لحاظ رکھنا صرف خدا پرستی اور آخرت کی جواب دہی کا خوف سیکھاتا ہے، آخرت کی جواب دہی کے خوف سے ہی انسان دوسروں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے۔ اللہ سے ڈرنا اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا، اس کے حکم کے مطابق سر تسلیم خم کرنا اور آخرت کی زندگی کو پیش نظر رکھ کر دینوی زندگی کو امتحان گاہ سمجھنا یہ وہ طرز عمل ہے جو انسان کو نیک اور انسانیت کا خیر خواہ اور مخلص خادم بناتا ہے، یہ وہ چیزیں ہیں جو انسان اپنی تعلیم و تربیت اور ماحول سے سیکھتا ہے مگر جس ماحول میں اسلامی تعلیمات کا شائبہ تک نہ ہو اس میں پرورش پانے والا بچہ کیسے اسلام کو سمجھے؟؟ قرآن تو ویسے ہی عام معاشرے میں یا خاندانوں میں بس ثواب کی غرض سے پڑھا جاتا ہے اس

---

[1] القلم: ۴

[2]: طہ: ۱۱۴

[3]: البیان الجدید، فی التفسیر القرآن المجید، تالیف، الستاذ مھدی الاسلامی، ناشر، طبع فی بیروت، لبنان، ج، ۴، ص، ۱۱۹

میں کیا بیان کیا گیا ہے ؟بہت کم لوگ ہیں جو صرف ترجمے سے واقف ہیں اور ہم اپنی تعلیمات کو اس طرح سے چھوڑ کر کیسے ترقی کر سکتے ہیں ؟جب کہ مغرب ان ہی علوم سے استفادہ کر کے آج پوری دنیا پہ حکومت کر رہا ہے۔ مادہ پرستی اس نظام کی بنیاد ہے اور یہ مادیت پرستی ہی ہے جس نے انسان کو اس قدر بے حس ،خود غرض، ہوس پرست ،اور عیاش بنادیا ہے کہ اب اسے گناہ کرتے بھی شرم نہیں آتی اسے احساس ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی گمراہ کرنے کا سبب ہے بلکہ وہ فخر محسوس کرتا ہے اسے اسی میں اپنی عزت نظر آتی اور اس کی بہترین مثال ہمارے معاشرے میں موسیقار اور فلم سٹار ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی کرنے میں ہماری عوام ساتھ دیتی ہے ہمارے بچے کلاسسز چھوڑ کر ان ہی سر گرمیوں میں مصروف نظر آتے ہیں اور یہ سب علم کی کمی اور جہالت کی بناء پر ہے۔ جب تک ہمارا نظام تعلیم اسلامی نہیں ہو جاتا اور ہمارے خاندان اس نظام کے مطابق اپنے بچوں کی پرورش نہیں کرتے جو نظام اسلامی شریعت ہمیں دیتی ہے تو بہتری مشکل ہے۔ اسلامی و قرآنی اسلوب کو نافذ کرنے میں بڑی رکاوٹ ہمارا تعلیمی نظام ہے یہ ایسا نظام ہے کہ جو تزکیہ نفس کی بجائے نفسانی خواہشات کو بڑھانے کا باعث ہے ہمارے بچے تعلیم دنیاوی زندگی بہتر بنانے کے لئے حاصل کرتے ہیں۔ انھیں آخرت نہ تو یاد ہے اور نہ ہی اس کی فکر ہے مگر ایک اسلامی اور قرآنی نظام کے لئے تذکیہ نفس کا ہونا بہت ضروری ہے اور اگر ہم ایک بہتر مستقبل چاہتے ہیں تو حکومت تجربہ ہی سہی مگر ایک بار نظام تعلیم کو الٰہی نظام تعلیم اور قرآنی نظام تدریس کے مطابق ڈھال کر دیکھے تو ہمارا ملک تمام رزائل اخلاقی و معنوی سے بھی پاک ہو جائے گا بلکہ خدائی مدد بھی ہمارے شامل حال ہو گی اور ہمارا ملک دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے گا۔

تزکیہ نفس سے غفلت:

اپنی ذات کو گناہوں سے پاک کرنے اور اپنی اصلاح کو تزکیہ نفس کہا جاتا ہے اس کے دو مطلب ہیں ایک تو گناہوں کو خود سے دور کرنا اور ان کی صفائی کرنا اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ نیکیوں اور اچھے اعمال کی بنیاد رکھنا اور اس کی نشو نما کرنا۔ نفس سے مراد انسانی شخصیت ہے یعنی تزکیہ نفس کا مفہوم یہ ہوا کہ انسانی شخصیت میں سے برائیوں کو ختم کرنا اچھائیوں کو پروان چڑھانا ہے۔ تزکیہ نفس یعنی نفس کو آلائشوں ،آلودگیوں اور اسی طرح کی مصیبتوں سے بچانا ہے[1]

[1] ۔آیت اللہ مصباح یزدی، تذکیہ نفس، (مترجم، محمد نذیر ناصری) ص ۳۵

تزکیہ نفس کے ذریعے انسان اپنی شخصیت کی تعمیر کرتا ہے اور اسے عالم ملکوت کا جامع نیز عالم شہود کا حامل بنا دیتا ہے اور انبیاء کی ذمہ داری ان راہوں سے انسانیت کو آشنا کرانا ہے جن راہوں پر چل کر انسان مقرب ہو جائے اسی لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ[1]

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاکیزہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

اس آیت میں لفظ "یزکیھم "تزکیہ کا مصدر ہے جس کا مادہ زکات سے ہے جو رشد و نمو کے ہمراہ آتا ہے یعنی پیغمبر اکرم و کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ برے اخلاق کو انسانوں سے دور کریں اور اچھے اخلاق کو مسلمانوں میں رواج دیں اور اس کو کمال تک لے جائیں لفظ "حکمت "سے یہاں مراد معارف حقیقی ہیں تا کہ انسان کو سعادت تک پہنچنے کا راستہ فراہم کر دیا جائے تا کہ وہ کمال تک جا سکے[2]

ہم اپنے خاندانی نظام کا جائزہ لیں تو تذکیہ کی بہت کمی ہے۔لوگوں کو تزکیہ نفس کا مفہوم ہی نہیں معلوم تو لوگ اس کو اپنی زندگی میں لاگو کیا کریں گے ؟ یا کل آنے والی نسلوں تک کیسے پہنچائیں گے ؟ قرآنی اسلوب کو رائج کرنے میں تزکیہ نفس کی کمی بھی ایک بڑی رکاوٹ ہے اور اس کی بڑی وجہ سوشل میڈیا ہے جو ہر وقت ہر طرح کے پروگرامز لوگوں کے لئے نشر کرتا ہے کہ لوگوں کے پاس ساری رات فیس بک، واٹس ایپ اور دیگر سائٹس کو استعمال کرنے کا وقت تو ہے مگر اسلامی فرائض ادا کرنے کے لئے وقت نہیں ہے۔

سوشل میڈیا:

سوشل میڈیا آج کے دور میں ایک بہت بڑی طاقت ہے۔مگر یہ ایک وسیع سمندر ہے اس میں ہیرے اور موتی بھی ڈالے جا سکتے ہیں اور خس و خاشاک بھی، اس میں صاف شفاف پانی بھی انڈیلا جا سکتا ہے اور گندہ بد بودار فضلہ بھی، اس سے دینی، اخلاقی اور تعلیمی لحاظ سے مفید چیزیں بھی پہنچائی جا سکتیں ہیں اور اخلاقی و انسانی

[1]: جمعہ:۲

[2]: محسن قرائتی۔ تفسیر نور، ج۱۰، ص۲۶،۲۵

اقدار کو تباہ کرنے والی چیزیں بھی اور یہ وسائل لوگوں میں ہر طرح سے اور بہت آسانی سے اپنے پیغامات پہنچاتے ہیں آج کے دور میں ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ، کیبل نیٹ ورک، فیس بک، واٹس ایپ اور اسی طرح کی دوسری بہت سی ویب سائیٹس جو اپنا پیغام پل بھر میں پوری دنیا میں پھیلا دیتی ہیں مگر افسوس کہ ان پیغامات میں بھی بہت کچھ فحاشی پر مبنی ہوتا ہے اور یہ ہماری نوجوان نسل کو بری طرح گمراہی کی دلدل میں دھکیل رہے ہیں آج کی نوجوان نسل کے پاس خدا کا نام لینے کے لئے وقت نہیں ہے دن میں صرف پانچ نمازیں جن کے اگر صرف فرائض ہی ادا کر دیئے جائیں تو خداوند راضی ہو جائے گا مگر ہماری نوجوان نسل کے پاس وہ ۵،۶ منٹ بھی خدا کے لیے نہیں ہیں۔ قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے لئے بہت سخت احکام نازل کئے ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ [1]

بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمانداروں میں بدکاری کا چرچا ہو ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

اس آیت میں خداوند متعال نے صریح طور پر فرمایا ہے کہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں فحاشی عام ہو جائے اور اس کی نشر و اشاعت میں اپنی خدمات پیش کرتے ہیں یہ گناہ عظیم ہے کیونکہ وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔ جب وہ گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں تو یہ چیز ان کے ایمان کے نہ ہونے یا کمزور ہونے پر دلالت کرتی ہے اور جس طرح گناہ کرنا ایک عظیم گناہ ہے اسی طرح گناہ پھیلانا اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور جو لوگ ایسا کریں گے ان کے لئے واضح طور پر جہنم کے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔[2]

سوشل میڈیا کا غلط استعمال:

سوشل میڈیا کا استعمال بہت زیادہ ہو چکا ہے اس کی ویب سائٹس کا استعمال اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ اس کے بغیر آج کے دور میں کوئی کام کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا مگر اس کی دو مقبول عام ویب سائٹس فیس بک اور واٹس اپ کا استعمال جنون کی حد تک بڑھ گیا ہے۔ سماجی رابطہ انسان کی اہم ضرورت ہے لیکن اخلاقی

---

[1]: نور:۱۹

[2]: شیخ ناصر مکارم شیرازی، الامثل فی تفسیر کتاب اللہ المنزل، ج، تاسع، ص ۳۹،۳۸

حدوں میں رہتے ہوئے اس کا استفادہ لازمی ہے۔ نوجوان انٹرنیٹ اور اسمارٹ فون کے ذریعے سماجی رابطے سے دنیا بھر کے لوگوں سے رابطے میں رہنے لگے ہیں لیکن حقیقی رشتہ داریاں ٹوٹ رہی ہیں۔ سوشل میڈیا کے غلط استعمالات سے نوجوانوں کے اخلاق اور کردار پر مضر اثرات پڑرہے ہیں اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ سماجی رابطے کی ان ویب سائٹس کا محتاط انداز میں استعمال کیا جائے جس طرح قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ [1]

تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک یقیناً وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے، اللہ یقیناً خوب جاننے والا، باخبر ہے۔

اس میں لفظ تقویٰ کا استعمال اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پرہیزگاری اختیار کرنے والا خدا کے نزدیک زیادہ بہتر اور عزت والا ہے جو جتنا پرہیزگار ہوگا اتنا ہی خدا کے نزدیک مقرب ہوگا۔ یہاں ہر قسم کی برائی سے پرہیز جیسے غیبت کرنا، مذاق اڑانا، برے القابات سے پکارنا تہمت لگانا، لہو لعاب سے پرہیز وغیرہ سب شامل ہے۔ اس آیت میں انسانی مساوات کے ساتھ برتری کا ملاک تقویٰ کو قرار دیا گیا ہے [2] یعنی خدا کے نزدیک انسان کا حسب نسب اہمیت نہیں رکھتا بلکہ خداوند متعال نے معیار تقویٰ کو قرار دیا ہے۔ سوشل میڈیا میں چونکہ ہر طرح کی برائی بہت آسانی سے میسر ہے انسان کسی کی نظروں میں آئے بغیر ہر گناہ جیسے افحش ویڈیوز کو دیکھنا، غیبت، تہمت اور اسی طرح بے حیائی جیسے مسلم معاشرے کی نسل نو، جو فحش تصاویر اور بے ہودہ ویڈیوز لائک اور آگے بڑھانے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے، ایسے نوجوانوں کو پتا ہونا چاہیے کہ یہ ایسا گناہ ہے، جس کا سلسلہ کب تک جاری رہے گا ہم نہیں جانتے، اس لئے کہ ہماری شیئر کی ہوئی چیزیں ہمارے اپنے اکاؤنٹ تک ہی محدود نہیں رہتی، بلکہ اس کی شیئرنگ کا دائرہ ہر آنے والے وقت میں بڑھتا چلا جاتا ہے، بے شمار لوگ ہماری پوسٹس کو دیکھتے ہیں، پھر وہ بھی شیئر کر دیتے ہیں، اگر ہم اس کو حذف (delete) کرنا بھی چاہیں تو یہ مشکل ہے، ذاتی آئی ڈی سے تو ختم کرنا آسان ہے، لیکن ان سیکڑوں اور ہزاروں لوگوں کے اکاؤنٹ سے کس طرح حذف (delete) کرنا ممکن ہے؟ جنہوں نے ہماری پوسٹ کو محفوظ (Download) کر کے شائع کیا ہے، لہذا ہم ذاتی طور پر بھی گناہ کے مرتکب ہوئے اور دوسری طرف ان

---

[1]: حجرات: ۱۳

[2]: محسن قرائتی، تفسیر نور، ج۹، ص ۱۹۴

لاتعداد لوگوں کے گناہوں کا بوجھ بھی ہمارے سر آئے گا اوران سنگین گناہوں کا سلسلہ نہ جانے کب تک جاری رہے گا، اس لئے ہمیں فحش اور گناہوں بھری چیزیں سوشل میڈیا پر نہیں ڈالنی چاہیں اور اس کا استعمال صحیح اور محتاط انداز میں کرنا چاہئے۔ حالانکہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ :

عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ [1]

اور بے حیائی اور برائی اور زیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے شاید تم نصیحت قبول کرو۔

اسی طرح برائی سے بچنے کا حکم بقرہ/۲۶۸، اعراف/۳۳، آل عمران/۱۳۵، اسراء/۳۲، نور/۳۰و۳۱، لقمان/۶، نور/۱۹ میں بھی پایا جاتا ہے تو انسان کو احتیاط سے کام لینا چاہیئے کیونکہ سوشل میڈیا کو استعمال کرتے ہوئے انسان دیگر گناہوں کی طرف بھی آسانی سے مائل ہو سکتا ہے۔ ہمیں چاہیئے الیکٹرانک میڈیا کو دینی، تعلیمی اور تجارتی فروغ میں اسے استعمال کریں۔

سوشل میڈیا کے نقصانات:

قیمتی اوقات ضائع، پیسے کی بربادی، تعلیمی معیار میں کمی، اخلاق میں گراوٹ، عبادت میں کوتاہی، بڑوں کی بے ادبی، والدین کی طرف بے توجہی جیسے بے شمار مسائل نسلِ نو میں پیدا ہو رہے ہیں۔

خاندانی زندگی کے قرآنی اسلوب کے نفاذ میں حائل سماجی رکاوٹوں کا حل:

اول۔ مذہب سے دوری:

مذہب سے دوری کی اصل وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں معرفت کی کمی ہے اور معرفت کی کمی کی وجہ سے خوف خدا کا نہ ہونا ہے اور یہ چیز انسان کو گناہوں کی طرف راغب کرنے میں میں بہت موثر ہے اور خوف خدا کا نہ ہونا اس لیے ہے کہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے جبکہ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ [2]

---

[1]: نحل:۹۰

[2]: بقرہ:۲۷۸

اے ایمان والو! اللہ کا خوف کرو۔

اس آیت میں واضح حکم خداوندی ہے کہ خدا سے ڈرو کیونکہ خاندان میں بہت سی برائیاں خوف نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں آیت میں صریح حکم ہے کہ خدا سے ڈرو اور اس طرح کا مفہوم قرآن کی دیگر آیات جیسے سورہ بقرہ ۲۷۶، ۲۷۵، ۲۷۷، ۲۷۸، سورہ آل عمران ۱۳۰ میں بھی ذکر ہوا ہے اصل مسئلہ یہ ہے کہ لوگوں کو مذہب پہ یقین ہی نہیں ہے یا پھر اس قدر دنیا کی رنگینیوں میں کھو چکے ہیں کہ موت سے غافل ہو چکے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں جو مذہب پر یقین نہیں رکھتے انھیں اپنے خیالات کے پرچار اور اس پر عمل درآمد کے لئے بہت سی مشکلات در پیش ہیں۔ جبکہ تبلیغی اجتماعات، دینی مجالس، محافل، سڑکوں چوراہوں پر مذہبی بحث، مساجد کی تعمیر، عبادات، خواتین میں حجاب کی مقبولیت اور صدقہ خیرات میں پہلے سے کئی گناہ اضافہ ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود ہمارا خاندانی نظام بری طرح اخلاقی انحطاط کا شکار ہے۔

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اگر ہر انسان صرف اپنی اصلاح کر لے تو پورا خاندان سنور سکتا ہے یعنی ماں باپ جس طرح بچپن ہی سے بچوں کو دینی احکام کی تعلیم دیتے ہیں اسی طرح یہ بھی تعلیم دیں کہ ہمیشہ اخلاق بہترین ہونا چاہئیے، مشکلات میں بپھرنے کی بجائے صبر و تحمل سے کام لینا، ایثار کرنا، نیکی چاہے جتنی بھی چھوٹی ہو اسے حقیر نہ سمجھنا، صفائی نصف ایمان ہے اب یہ صفائی باطنی حوالے سے (یعنی انسان گندی سوچ سے بھی خود بچائے) بھی ہے اور ظاہری حوالے سے بھی (یعنی ظاہری گندگی وغیرہ) اور اسی طرح کے دوسرے احکام یہ اسی طرح سکھائے جا سکتے ہیں یہ صرف ایک بار پڑھنے سے نہیں آئیں گے بلکہ اس کی باقاعدہ مشق چاہئیے جو ماں باپ کے علاوہ کوئی نہیں کروا سکتا اور یہ تب ہی ممکن ہے جب خود والدین ان چیزوں کا خیال رکھتے ہوں۔

ناقص تعلیمی نظام اور اس کی اصلاح:

ہر قسم کی علمی ترقی اصل میں فکری ارتقاء میں پوشیدہ ہے اسی وجہ سے دنیا کے تمام تربیتی مکاتب فکر انسانی خلقت کے ہدف اور اس کے اعلیٰ ترین مرتبہ کمال و سعادت کے بارے میں اپنا خاص تصور اور نقطہ نظر پیش کرتے ہیں تصورات کے اس مجموعے سے ہر مکتب کی تہذیب و تمدن اور تعلیم و تربیت کی بنیاد پڑتی ہے۔آج

[1]: فضل بن حسن طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، ج، ۲، ص، ۶۷۳

ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام، اہداف اور طریقہ کار اسلام کے سنہری اصولوں، تعلیمات اور بنیادی تصورات سے ہم آہنگ نہیں ہے اور یہی تضاد ہمارے تربیتی اور تعلیمی نظام کی جڑیں کھوکھلی کر رہا ہے آج مسلمان نسل کا ایک بہت بڑا حصہ مسلمان ممالک میں پائے جانے والے ناقص تعلیمی اور تربیتی نظام کی وجہ سے شکست خوردہ اور احساس کمتری کا شکار ہے یہی وجہ ہے کہ یہ طبقہ مغربی تعلیم کے ساتھ وہاں کی تہذیب اور فلسفہ حیات اور مبانی[1] کو بھی بعینہ قبول کر رہا ہے ذرائع ابلاغ کے اس جدید ترین دور میں ہماری تہذیب ،ثقافت، دینی و انسانی اقدار مغربی تہذیب کی یلغار کی زد پر ہیں اور اگر یہ نظام ایسے ہی رہا تو ہماری یہ غفلت ہمیں سیاست کے اس بھنور میں ایسے لے ڈوبے گی کہ ایک دن ہم اسلامی شناخت ہی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے لہذا اسلامی نظام تعلیم کو نافذ کرنے کی اشد ضرورت ہے اور اس سے پہلے لوگوں کے لئے اسلامی و مغربی تعلیم کا فرق واضح ہونا چاہئے۔

مغربی نظام تعلیم :

مغرب میں تعلیم و تربیت مترادف ہے اور اس کی اساس مادیت ہے مغربی نظام تعلیم چونکہ خدا کی واحدانیت کا قائل ہی نہیں اس لیے اس کی بنیاد ہی مادہ پرستی ہے جبکہ قرآن میں مادہ پرستی کی مذمت کئی مقامات پر کی گئی ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ الله[2]

اے ایمان والو تمہارے مال و اولاد کی محبت تمہیں خدا سے غافل نہ کر دے۔

اس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اولاد اور مال کی محبت اس کا اہتمام کرنا تمہیں ذکر خدا سے غافل نہ کر دے اس ذکر سے مراد نماز، روزہ اور اسی طرح کی دوسری واجب و مستحب عبادات ہیں۔[3]

ہمارا تمام تر نظام تعلیم اگر دیکھا جائے تو اولاد کی محبت اور مال کی محبت ہے لوگوں نے پیسے کو خدا بنا لیا ہے خدا کو جھکنے کے لئے وقت نہیں ہے لیکن اگر بزنس کے سلسلے میں جاگنا پڑے، یا اگر نوکری ایسی ہے کہ

[1]: یہ ایک تربیتی علوم کی اصطلاح ہے جس میں بعض کے مطابق تعلیم و تربیت کے مبانی انسان کی موقعیت، امکانات، اور حائل روکاوٹوں اور انسانی زندگی کی اہم ضروریات سے متعلق بحث کرتے ہیں۔ "نور معرفت" سہ ماہی علمی و تحقیقی مجلہ، ص ۱۱۹

[2]: منافقون: ۹

[3]: عبداللہ بن عمر، بیضاوی، انوار التنزیل واسرار التاویل، ج ۵، ص، ۲۱۵

ساری رات کھڑا رہنا ہے تو انسان کھڑا رہے گا مگر خدا کو یاد کرنے اور اسے ایک سجدہ کرنے کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔

تعلیم اور اسلام :

اسلام میں تعلیم کا مطلب مغرب سے مکمل طور پر مختلف ہے اسلام میں علم ایک نور ہے جسے خداوند جس کے دل میں چاہے ڈال دیتا ہے البتہ اس علم کی بنیاد و مقصد حق تعالیٰ کی معرفت ہے اگر یہ آگاہی خداوند کے فعل سے ہو جیسے فطرت کے جاری قوانین اور علتوں کا جاننا ہو تو اس کی ایک ادنیٰ مثال قرآن میں حضرت سلمان علیہ السلام کے حواری آصف برخیار حمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا تو تخت بلقیس کو آنکھ جھپکنے سے پہلے یمن بیت المقدس لے آئے تھے اصل میں یہ حقیقی علم ہے جو عالم ملکوت کی تکوینیات پر تصرف ہے جسے العلم نور یقذ فی قلب من یشاء[1] کہتے ہیں اور اس کے حصول کا ایک پہلو شرعی تذکیہ ہے۔

اور اگر یہ معرفت حق تعالیٰ کے قول سے آگاہ ہونا ہو تو یہ عالم ملک و ملکوت پر دسترسی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ :

وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ[2]

اور اس طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کا (نظام) حکومت دکھاتے تھے تاکہ وہ اہل یقین میں سے ہو جائیں۔

بہر حال حق تعالیٰ کے قول و فعل ایک دوسرے کے مصداق ہیں اور ہر جہالت گمراہی اور تاریکی ہے جو معرفت اور آگاہی کے نور سے فناء ہوتی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ علم و معرفت نور ہے لیکن حق تعالیٰ کے ہمراہ ان سب کے مراتب ہیں اور یہ نور سوائے بے عیب فطرت کے حاصل نہیں ہوتا تحریر میں علم کا عام رائج معنی پیش نظر رکھتے ہوئے بحث کی گئی ہے کیونکہ اسلامی نقطہ نظر سے علم اس رائج تعریف سے اعلیٰ درجے کی حقیقت ہے اور اس کی تعلیم اور حصول کے مبانی، اصول اور طریقہ کار یکسر مختلف ہیں۔[3] اور اس کے حصول کا واحد طریقہ تذکیہ نفس ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

---

[1]: شہید ثانی، منیۃ المرید، ص148و167؛ شیخ محمد باقر مجلسی، بحار الانوار، ج۱، ص ۲۲۴

[2]: انعام:۷۵

[3]: نور معرفت، سہ ماہی علمی و تحقیقی مجلہ، شمارہ۱، ص۱۱۹، ۱۱۸

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰی [1]

بتحقیق جس نے پاکیزگی اختیار کی وہ فلاح پا گیا۔

تذکیہ یعنی پاکیزگی برے تعلقات سے اپنے نفس کو بچانے کو کہتے ہیں اس میں تعلقات مادی و معنوی دونوں شامل ہیں تو انسان کو اپنے حساب کے بارے میں سوچنا چاہیے اور اپنے نفس کا محاسبہ کرنا چاہیے اس کا اصل مقصد خدا کی رضا کا حصول ہے۔ [2]

تذکیہ نفس کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا حل:

تذکیہ نفس یعنی نفس کی پاکیزگی یعنی انسان اپنے طرز عمل پر غور کرے اور جب اپنے اندر گناہ کو محسوس کرے تو پھر اس سے بچنے کی کوشش کرے مگر کیا کیا جائے ہزار ہا رکاوٹیں ہیں دنیا کا مشکل ترین کام "خود کو برائیوں سے بچانا" ہے۔ انسان کے اندر ایک جنگ چھڑ جاتی ہے جب نفس غالب آتا ہے مگر انسان کو کوشش نہیں چھوڑنی چاہیے ضروری نہیں ہے کہ ہم پہلی بار ہی ارادہ کریں اور اس پر قائم رہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ انسان کو خدا سے محبت نہیں ہے کیونکہ اس دنیا میں بھی یہ قانون ہے کہ ہمارے معاشرے میں جب کوئی کسی سے محبت کرتا ہے تو چاہے وہ ایک عام انسان ہی کیوں نہ ہو، وہ اپنے محبوب کو ناراض کرنے سے ڈرتا ہے اور اس کے سامنے ہر اس کام کو نہیں کرتا جسے اس کا محبوب نہ پسند کرتا ہو، اب اگر میں یہ کہوں کہ ہمیں خداوند متعال سے ایک عام انسان جتنی بھی محبت نہیں ہے کہ ہم اس کی ناراضگی کا خیال رکھیں اور اس کے سامنے وہ کام کرنے سے پرہیز کریں جو خدا کو پسند نہیں ہے تو یہ غلط نہیں ہوگا کیونکہ جب محبت ہو تو انسان دوسرے کی پرواہ کرتا ہے یہ نہیں دیکھتا کہ وہ کیسے برتاؤ کر رہا ہے بلکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کا اس انسان کے بغیر گزارہ نہیں ہے مگر انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہمیں خدا سے محبت نہیں ہے کیونکہ اگر محبت ہو تو انسان سوچے کہ وہ ناراض ہو جائے گا اور مجھ سے اس کی ناراضگی برداشت نہیں ہوگی لہذا خدا سے محبت کی جائے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم ارادہ کرتے ہیں مگر ارادہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ ادھر ہم ارادہ کریں اور ادھر تمام گناہ چھوٹ جائیں انسانی نفس ایک خونخوار جانور کی طرح ہے جو انسان کو ہر وقت برائی پر اکساتا ہے اور اس پر شیطان جو قرآنی نقطہ نظر سے انسان کا کھلا دشمن ہے اور ہر وقت انسان کو بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے اور اس

---

[1]: اعلیٰ: ۱۴

[2]: محمد، صادقی تھرانی، الفرقان فی تفسیر قرآن بالقرآن، ج، ۳۰، ص، ۲۹۶

میں بہت کامیاب بھی ہے اس پر پہلی مشق عقیدہ توحید کی سمجھ اور اس پر عمل درآمد ہونا ہے لہذا ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

۲۔عقیدہ توحید:

قرآن کا سب سے اہم اور بڑا موضوع توحید اور اس کو سمجھے بغیر انسان اسلامی اصولوں پہ عمل پیرا نہیں ہو سکتا ضروری ہے کہ اس کے لیے پہلے توحید واضح ہو تا کہ وہ خود کو گناہوں سے بچا سکے خدا نے اپنی وحدانیت پہ بہت زیادہ زور دیا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ[1] کہہ دیجئے: وہ اللہ ایک ہے۔

اس میں یعنی خدا واحد ہے، اس کی کوئی تشبیہ نہیں ہے، اس کی کوئی مثال نہیں ہے، اس کا کوئی ہمسر بھی نہیں ہے، اس کو کسی نے نہیں جنا، اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ ازل سے احد ہے یہاں واؤ ہمزہ میں تبدیل ہوا ہے جو قول نابغہ[2] کی مثال ہے[3]

یعنی انسان خدا کی توحید کو قبول کرے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ بنائے مگر حقیقت یہ ہے کہ بگاڑ اس درجے تک پہنچ چکا ہے کہ مصلحین قوم اور ان کے اختیار کردہ فارمولے ناکام ہیں۔جب تک مصلحین قوم کی سب سے اہم ترجیح ناموس رب العالمین کا دفاع نہیں ہو گا اسلامی خاندانی نظام کی بہتری کی کوئی صورت ممکن نہیں کیونکہ جب تک لوگوں کے دل اللہ کی عظمت اور اطاعت کے لئے نرم نہ ہو جائیں انھیں برائیوں سے نہیں روکا جا سکتا۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صورتحال سے نکلنے کا کیا طریقہ ہے؟؟اگر غور کریں تو ہم بہت جلد اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ صرف عقیدہ توحید کے عملی مطالبوں پر عملدرآمد ہی موجودہ صورت حال پر قابو پانے میں مدد دے سکتا ہے۔اس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ قرآن کریم کا سب سے اہم اور بڑا موضوع ہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی صفات کے ذکر اور وضاحت سے متعلق ہے اور عقیدہ توحید کے عملی مطالبوں کی تفاصیل زیادہ تر قرآن مجید کی ہی میں بیان کی گئی ہے عقیدہ توحید کا سیدھا سادہ مطالبہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو صرف اللہ تعالیٰ کا غلام سمجھے، وہ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کو واحد مختارِ کل سمجھتا ہو اور اس کا ہر عمل آقا کی مرضی کے مطابق ہو۔

---

[1] سورہ، اخلاص ، ۱.

[2]: ن ب غ نہایت اعلیٰ ذہنیت کا مالک، غیر معمولی اختراعی اور تخلیقی قوت رکھنے والا، ذہین، فطین کے معنی میں ہے اور قول نابغہ سے مراد ایسا قول جو عام لوگوں کی ذہنی سطح سے بالا تر ہو۔ ڈاکٹر محمد حسن زمانی، مستشرقان وقرآن، ص،۱۲۸

[3]: محمد بن احمد، قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ج ۲۰ ص، ۲۴۴

احکام خداوندی پر عمل:

اسلام صرف عبادات، زیارات اور دیگر اعمالِ صالحہ کا نام نہیں یہ سب چیزیں تو دیگر مذاہب میں بھی ہیں۔ اسلام میں ان سارے کاموں کی اہمیت و قبولیت عقیدہ کی درستگی کی بنیاد پر ہے۔ بہتر ہے کہ ان اہم نکات کو قرآنِ کریم سے براہِ راست سمجھا جائے تاکہ اعتراض کرنے والوں پر حجت قائم ہو جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذينَ ءامَنوا وَلَم يَلبِسوا إيمٰنَهُم بِظُلمٍ أُولـٰئِكَ لَهُمُ الأَمنُ وَهُم مُهتَدونَ [1]

جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے ملوث نہیں کیا یہی لوگ امن میں ہیں اور یہی ہدایت یافتہ ہیں۔

وہ جو خوف کھاتے ہیں خدا سے اور صراط مستقیم تک ہدایت پاتے ہیں اور اپنے ایمان کو ظلم سے آلودہ نہیں کرتے، شرک نہیں کرتے، نہ ہی گناہ و معصیت کے قریب جاتے ہیں، مکمل امن و ہدایت حاصل کرتے ہیں۔[2]

اس آیہ کریمہ میں ایمان کی قبولیت کی شرط بھی یہی ہے کہ اگر ہم نے شرک نہیں کیا شرک صرف یہ نہیں ہوتا کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو لائق عبادت جانیں بلکہ شرک کی بہت سی قسمیں ہیں جن سے ہم صرف نظر کرتے ہیں لیکن یہ بھی شرک کی ہی ایک قسم ہے کہ انسان اپنی خواہشات کا غلام ہو جائے۔ اور قرآن میں خواہشات کی پیروی کرنے والوں کی مذمت میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا [3]

تم خواہش نفس کی وجہ سے عدل نہ چھوڑو اور اگر تم نے کج بیانی سے کام لیا یا (گواہی دینے سے) پہلو تہی کی تو جان لو کہ اللہ تمہارے اعمال سے یقیناً خوب باخبر ہے۔

اپنے نفس کی خواہش کی اتباع نہ کرو اور نہ ہی اس کو دوسروں کے معاملات میں فوقیت دو کہ تم ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو یعنی نفس کی خواہش کی پیروی کرتے ہوئے تم دوسروں کے ساتھ عدل میں تقدیم و تاخیر

---

[1]: انعام: ۸۲

[2]: آل سعدی عبدالرحمن بن ناصر، تیسیر الکریم الرحمن، ج ۱، ص ۲۸

[3]: نساء: ۳۵

نہ کرو اور اپنے قرابت داروں کے بارے میں خدا سے ڈرو اور اگر تم ایسا کرو گے تو خدا تمہارے ہر عمل کو جانتا ہے۔[1]

ہمارے معاشرے کا سب سے بڑا المیہ ہی نفسانی خواہشات کی پیروی ہے نفس کی پیروی کرتے کرتے انسان یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اسے نہ اپنے کی پہچان ہے اور نہ ہی غیر کا لحاظ، اسے بس دولت چاہئے۔ اب اس کا حل یہی ہو سکتا ہے کہ انسان قرآن کو نہ صرف پڑھے بلکہ اس کو سمجھنے کی کوشش بھی کرے اور اس دنیا کو ہی سب کچھ نہ سمجھ لے بلکہ آخرت کو بھی یاد رکھے اور خدا سے استغفار کرے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے اب سوال یہ ہے کہ کس طرح؟؟ اب ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

گناہ سے بچنے کے طریقے:

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم گناہ چھوڑنے کی صرف خواہش کرتے ہیں ارادہ و کوشش نہیں کرتے ہمیں گناہوں کو چھوڑنے کا ڈھنگ نہیں آتا، اصل میں ڈھنگ بھی تب آئے جب انسان کا ارادہ پختہ ہو بس ہمیں گناہوں کا رنج ہے ان کے مٹ جانے کی خواہش بھی ہے مگر تدبیر نام کو بھی نہیں ہے۔ سب سے پہلے انسان کو مصمم ارادہ کرنا چاہئے اور ساتھ ہی خدا کو پکارنا چاہئے یہ نہیں ہو سکتا کہ خدا سے صدق دل سے مدد مانگی جائے اور وہ مدد نہ کرے۔

عصمت کی حفاظت:

حضرت یوسفؑ کو زلیخا جس مکان میں لے گئی تھی اس میں سات دروازے تھے اور ہر دروازہ مقفل تھا تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں زلیخا نے خوشامدیں کیں اور دھمکیاں بھی دیں لیکن عصمت نبیؑ کے آگے اس کی ایک بھی نہ چلی۔ حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ بھاگنے کی صورت نہیں ہے مگر صورت کرنی چاہیے چنانچہ آپؑ نے خدا پر بھروسہ کیا اور بھاگنا شروع کیا آپؑ جس دروازے کے پاس جاتے تالا ٹوٹ کے گر جاتا اس لئے مولانا روم نے فرمایا ہے کہ:

> "اگر آپ کو شیطان و نفس کے پھندے سے بچنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا، پھر بھی
> مایوس نہ ہوں بلکہ آپ بھی اس پاک ذات پر بھروسہ کر کے بس دوڑ لگائیں پھر دیکھیں

[1]: نصر بن محمد بن احمد، سمرقندی، بحر العلوم، ج۱، ص ۳۴۷

کہ راستہ پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟؟ لہذا اس اہم ترین کام کو آج کل پہ نہ ڈالیے اور ہمت کیجئے، کاملین میں نہ سہی مگر تائبین میں ضرور اٹھائے جائیں گے۔[1] اگر ہم یہ سوچ لیں کہ ہر غلط کام خود ہماری ذات پر ہی ظلم ہے تو انسان دوبارہ گناہ نہیں کرے گا، اس کے علاوہ عبادت کی عادت بھی ڈالیں، حلال رزق کھائیں اور اگر آپ پھر بھی گناہ کے قریب جا رہے ہیں تو بھی ہمت نہ ہاریئے بلکہ جس طرح بچپن میں جب آپ نے چلنا شروع کیا تھا اور آپ کے بابا آپ کو دور کھڑا کر کے آپ کو بلاتے تھے تو آپ اگر نہیں چل سکے تو وہیں بیٹھ کر رونا شروع کر دیتے تھے تو آپ کے بابا کا ردعمل یہ کہ دوڑ کر آپ کو اٹھا لیتے اور اپنے دامن محبت میں جگہ دیتے تھے۔ اسی طرح اگر آپ کو کوئی گناہ چھوڑنے میں مشکل پیش آتی ہے تو وہیں بیٹھ کر روئیں اور اپنے خدا کو پکاریں پھر دیکھیں کہ وہ خدا جس کی محبت کی ایک جھلک ماں کا پیار ہے وہ آپ کی کس طرح مدد کرتا ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس طرف طلب شدید ہو اور ادھر سے کوئی مدد نہ ہو سوچیں جو خدا اتنے گناہوں کے باوجود اتنا مہربان ہے وہ آپ کی توبہ کے بعد کتنا رحیم ہو گا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ انسان کے اپنے اندر تبدیلی کی ضرورت ہے اگر اس کا اپنا ارادہ پختہ ہے تو دنیا کی کوئی رکاوٹ اس کو سعادت حاصل کرنے سے یا کمال تک رسائی سے نہیں روک سکتی۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے خاندانی نظام کو بھی اسلام کے مطابق ڈھالیں تاکہ نسل نو کو گمراہی سے بچا سکیں۔ اس کوشش کو ناکام بنانے میں کسی حد تک میڈیا کا بھی ہاتھ ہے خاندانی نظام میں قرآنی اسلوب کے نفاذ میں ایک رکاوٹ میڈیا کا غلط استعمال بھی ہے آیئے اب ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

میڈیا دور حاضر کا ایک اہم ''ہتھیار'' ہے۔ اہمیت کے پیشِ نظر اسے ''قومی ستون'' کا درجہ دینا بے جا نہ ہو گا۔ اس کے بنیادی مقاصد میں عوام النّاس کو ہر طرح کی معلومات بہَم پہنچانا، تشہیر اور تفریح شامل ہیں۔ اس کے لیے الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور سوشَل میڈیا سبھی اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ میڈیا جدیدیت کا ایک اہم ہتھیار ہے کیونکہ جو ہمیں دکھایا جاتا ہے وہ ہماری سوچ اور شخصیت پر گہری چھاپ ڈالتا ہے۔ میڈیا عوام کے ذہنوں کو کنٹرول کرتا۔

[1]: سید عابد حسین، ترک گناہ کے چالیس طریقے، ص ۴۲

سوشل میڈیا کا درست استعمال:

سوشل میڈیا پر وہی پوسٹ شیئر کریں جو مکمل طور پر قرآن و حدیث کے مطابق ہو، 100 فیصد سچی ہو اور جو بات اس میں ہے وہ اور اس کا حوالہ (Reference) درست ہو۔اس طرح کی پوسٹ آپ دعوت اسلامی، ہادی ٹی وی اور ہدایت ٹی وی، ویب سائٹس اور اسی طرح کے مختلف سوشل اکاؤنٹس سے حاصل کر سکتے ہیں۔ان چینلز پر نشر ہونے والی پوسٹ علماءِ کرام اور مجتہدین کی تصدیق کے بعد ہی اپلوڈ کی جاتی ہیں اور یہ ایک نیکی ہے اور نیکی کی نشر و اشاعت کا حکم دیا گیا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ [1]

اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کی دعوت اور بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے اور یہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

یہ ایک واجب کفائی ہے جو ہر جماعت پر فرض ہے لیکن جب کوئی ایک انجام دے دیتا ہے تو باقیوں سے ساقط ہو جاتا ہے۔نیکی کا حکم دینا بھی ایسا ہی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم بھی لوگوں کو نیکی کا حکم دو یہ کار خیر ہے۔[2] اس آیت اور دیگر آیات جیسے آل عمران ۱۱۴، ۱۱۰، اعراف ۱۵۷، توبہ ۷۱، الحج ۴۱، لقمان ۱۷ کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ ہم میں سے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو اچھائی کی طرف بلائے یہ کام آج کل کی دنیا میں اور جو ماحول ہمارے معاشرے و خاندانوں کا ہے اس میں درس کے لئے بلانا اور ان میں لوگوں کا شرکت کرنا مشکل ہے یہ عذر کہ وقت کی کمی ہے یہ کام ہم گھر بیٹھے بٹھائے واٹس ایپ، فیس بک، ٹی وی، نیوز چینلز اور اخبارات کے ذریعے بہت اچھے انداز اور کم وقت میں انجام دے سکتے ہیں اور یہ بھی حتمی ہے کہ جو لوگ یہ سائٹس استعمال کرتے ہیں وہ اس کو پڑھیں گے اور شیئر بھی کریں گے یہ ایک صدقہ جاریہ ہے لہذا ہمیں اس عمل کو رواج دینا چاہئے حاصل کلام یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو انہی سائٹس کو کار خیر کے لیے بھی استعمال کر سکتے ہیں یعنی کوئی بھی ایجاد بذات خود اچھی یا بری نہیں ہوتی بلکہ یہ ہم ہیں جو اس کے استعمال کو اچھا یا برا بنا دیتے ہیں۔

---

[1]: آل عمران: ۱۰۴

[2]: محمد بن احمد، قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ج۴، ص ۱۶۵

نتیجہ :

اس تحقیق سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اگر خاندانی نظام اسلامی و قرآنی اصولوں کے مطابق ہو تو ہمارا معاشرہ ہر طرح کے سماجی و اخلاقی انحطاط سے محفوظ ہو سکتا اور اس کے لئے سب سے زیادہ جس امر کی درستگی کی ضرورت ہے وہ ہمارا خاندانی نظام ہے کیونکہ انسان کی تربیت اس کے خاندان کے ماحول کے مطابق ہوتی ہے اور اس تربیت کے آثار اس کی زندگی کے تمام مراحل میں جھلکتے ہیں۔ یہ نظریہ ہی غلط ہے کہ ہم مغربی اصولوں کو اپنائے بغیر ترقی نہیں کر سکتے اگر ہم غور کریں تو مغرب ہمارے ہی دینی علوم سے استفادہ کر کے آج دنیا کے اس عوج پر ہے۔ ضرورت اس امر کی نہیں ہے کہ ہم اپنی خاندانی تربیت و تعلیم کو مغربی اصولوں کی پیروی کرتے ہوئے ان کے مطابق خاندانی نظام تشکیل دیں بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے اسلامی اصولوں کو خاندانی طرز زندگی میں لاگو کریں کیونکہ معاشرے کی اصلاح کرنا ہمارا دینی فریضہ ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ سوشل میڈیا کا استعمال اپنے دینی مقاصد کی تکمیل اور کتاب و سنت اور دعوت اسلام کا پیغام ان لوگوں تک پہنچائیں جو مساجد اور علم دین کے حلقوں سے دور ہیں اور سوشل میڈیا کو اسلام کی دعوت کے فروغ کے لیے استعمال کریں، اور اسلام کی عالمگیریت اور آفاقیت غیر مسلموں کو متعارف کرائیں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسلام کے سنہری اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

فہرست منابع

۱. قرآن مجید
۲. ابن فارس، مقائیس الغہ، (محقق: ھارون عبدالاسلام محمد)، قم، مکتب الاعلام الاسلامی، ۱۴۰۴ق
۳. ابی الحسن احمد ابن فارس ابن زکریا (مترجم: شھاب الدینابو عمرو) معجم المقائیس فی الغۃ، لبنان: دار الفکر، بی، چا
۴. آل سعدی عبدالرحمن بن ناصر، تیسیر الکریم الرحمن، بیروت، مکتبۃ النھضۃ العربیہ ۱۴۰۸ق
۵. بلخی مقاتل بن سلیمان، تفسیر مقاتل بن سلیمان، بیروت، دار احیاء التراث، اول ۱۴۲۳ق
۶. بہشتی، احمد خانوادہ در قرآن، قم: موسسہ بوستان کتاب، دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ چ، ۱۲
۷. البحرانی، سید ہاشم البرھان فی تفسیر قرآن بیروت لبنان: موسسۃ الاعلمی للمطبوعات
۸. بلیاوی، ابوالفضل عبدالحفیظ، مصباح الغات لاہور: مکتبہ خلیل
۹. بیضاوی عبداللہ بن عمر، انوار التنزیل واسرار التاویل، بیروت، داالاحیا التراث عربی، ۱۴۱۸ق
۱۰. جوہری، اسماعیل بن حماد، معجم الصحاح، دار المعرفتہ بیروت، چ، دوم ۲۰۰۷،
۱۱. حوی، سعید، الاساس فی التفسیر، قاھرہ: دار السلام، چ: ششم، ۱۴۲۴ق،

۱۲. دروزۃ محمد عزت، التفسیر الحدیث، قاھرہ، دار احیاء الکتب العربیۃ، دوم، ۱۳۸۳ق
۱۳. زمخشری جار ابی القاسم محمود بن عمر، تفسیر کشاف، بیروت لبنان، دار صادر۔
۱۴. زمانی، محمد حسن مستشرقان وقرآن موسسہ بوستان کتاب، ۵ ۱۳۹۲۔
۱۵. الستاذ مھدی الاسلامی، البیان الجدید، فی التفسیر القرآن المجید، بیروت، لبنان، طبع فی
۱۶. سمرقندی، نصر بن محمد بن احمد، بحر العلوم، بیروت: دار الفکر، چ: اول
۱۷. سید عابد حسین، ترک گناہ کے چالیس طریقے (کراچی: مدرسۃ القائم)، چ: نومبر ۲۰۱۴
۱۸. شہید ثانی، زین الدین بن علی، منیۃ المرید، قم: مکتب الإعلام الإسلامی، ۱۴۰۹ق
۱۹. صادقی تھرانی محمد، الفرقان فی تفسیر قرآن بالقرآن، قم، انتشارات فرھنگ اسلامی، ۱۳۱۵ش
۲۰. طبرسی، فضل بن حسن، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، تھران، انتشارات ناصر خسرو، ۱۳۷۶
۲۱. طوسی، محمد بن حسن، التبیان فی تفسیر القرآن، بیروت، دار الاحیا التراث العربی، چ اول۔
۲۲. عیسی عیسی زادہ، خانوادہ قرآنی، قم، موسسہ بوستان کتاب، اسلامی حوزہ علمیہ، چ، سوم
۲۳. فخر رازی، محمد بن عمر، مفاتیح الغیب، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۰ق
۲۴. فیض کاشانی، تفسیر صافی، بیروت، لبنان، م، وسسۃ الاعلمی للمطبوعات، ۲۰۰۸، ۱۴۲۹، طبقہ اول
۲۵. قاسمی کیرانوی، مولانا وحید الزماں (مترجم، مولانا عمید الزماں قاسمی کیرانوی) القاموس الوحید کرچی: ادارہ اسلامیات، چ، اول، ۱۴۲۲ھ جون ۲۰۰۱
۲۶. قاضی عبد النبی احمد نگری،، بیروت: جامع العلوم فی اصطلاحات الفنون الملقب بدستور العلماءبی، نا، چ: دوم، ۱۹۷۵
۲۷. قرائتی، محسن، تفسیر نور،، مرکز فرھنگی درسھائی قرآن، نوبت چاپ، اول، بھار ۱۳۸۸
۲۸. قربتی محمد بن احمد، الجامع لاَحکام القرآن، تھران، انتشارات ناصر خسرو، سال چاپ: ۱۳۶۴ش
۲۹. قرطبیؒ محمد بن احمد، الجامع لاُحکام القرآن، تھران، انتشارات ناصر خسرو ۱۳۶۴ش، قرن: ۷
۳۰. مجلسی، شیخ محمد باقر، بحار الانوار، ناشر، احیاء الکتاب الاسلامیہ
۳۱. محمد بن مقرم، لسان العرب، چ اول ۲۰۰۵۔ بیروت، موسسہ الاعلمی للمطبوعات
۳۲. مکارم شیرازی، ناصر الامثل فی تفسیر کتاب اللہ المنزل،، مدرسہ، الامام علی ابن ابی طالبؑ، الطبقہ، ثانی (التصحیح الثالث)
۳۳. مکارم شیرازی، ناصر تفسیر نمونہ، تہران: دار الکتب اسلامیہ، چاپ ۱۳۸۷
۳۴. نور معرفت "سہ ماہی علمی و تحقیقی مجلہ
۳۵. یزدی، مصباح، تذکیہ نفس، مترجم: محمد نذیر ناصری، اسلام آباد، اسلامک بک سینٹر
۳۶. merraian websters collegiate dictionary میریام ویبسٹر